© rasailojaraid.com

تبصرہ کتب

Religious Controversy in British India (Dialogue in South Asian Languages)

برطانوی ہند میں مذہبی مناقشہ: جنوبی ایشیا کی زبانوں میں تبادلۂ خیال

ترتیب و تدوین	:	کینتھ ڈبلیو- جونز
ناشر	:	سٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک پریس- سٹیٹ یونیورسٹی پلازا، ایلبنی (نیویارک)- ۱۲۲۴۶
سالِ اشاعت	:	۱۹۹۲ء
صفحات	:	۹+۲۹۳
قیمت غیر مجلد ایڈیشن	:	۲۱ ڈالر ۹۵ سینٹ

جب شاہ عالم ثانی کی سلطنت دہلی سے پالم تک محدود ہو کر رہ گئی اور "ملک خدا کا، حکومت بادشاہ کی" مگر "حکم کمپنی بہادر کا" چلنے لگا تو برصغیر کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے بعد ازاں "برطانوی ہند" کا نام دیا گیا- انیسویں صدی کے آغاز سے شروع ہونے والا یہ دور بیسویں صدی کے تقریباً وسط تک جاری رہا- کم و بیش ڈیڑھ صدی پر محیط یہ دور سماجی، تہذیبی اور فکری تبدیلیوں کے حوالے سے بہت اہم ہے- ایک طرف مغربی تہذیب کے نمائندہ حکمران تھے جن کی کھلی اور اکثر درپردہ تائید کے ساتھ جرمن، برطانوی، امریکی اور دوسرے مغربی ممالک کے مسیحی منّاد مقامی تہذیب اور مذاہب پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے اور اہلِ ہند کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ریوڑ میں شامل کرنے کے لیے بے تاب تھے- دوسری طرف برصغیر کے مختلف مذاہب کے پیروکار جدید چیلنج کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے- وہ مسیحی منّادوں کا راستہ روکنے، اپنی تہذیبی و مذہبی اقدار کی تشریح و توضیح یا احیاء و تجدید میں مشغول تھے- یہ مذہبی و تہذیبی مباحثے بنگال سے خیبر اور کشمیر سے ٹرنکوبار تک جاری تھے- برصغیر کی تمام قابلِ ذکر زبانوں میں اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لیے کتابیں لکھی جا رہی تھیں اور ان سے بڑھ کر عوام تک رسائی حاصل کرنے کے لیے سستے کتابچوں اور اشتہاروں کا سہارا لیا جا رہا تھا- جن کا کچھ حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برطانوی حکومت کی انتظامی ایجنسیوں اور پریس قوانین پر سختی سے عمل درآمد کے باعث ضائع ہو جانے سے بچ گیا ہے اور برطانوی دستاویزخانوں میں محفوظ ہے۔

ابتداءً یہ فکری اور مذہبی مباحثے اپنے اپنے نقطۂ نظر کو حق بجانب ثابت کرنے کی خاطر تھے مگر وقت جوں جوں آگے بڑھتا گیا، ان کا سیاسی پہلو بھی نمایاں ہونے لگا۔ مسیحیت کی کامیابی یا سکھ برادری کی جداگانہ شناخت ہندو آبادی کے لیے "انتخابی سیاست" میں نقصان کا باعث تھی۔ چنانچہ مروّجہ اصول کے برعکس احیاء پسند آریہ سماجیوں نے ہندو مذہب کو تبلیغی مذہب بنا دیا۔ اُنھوں نے مسیحیت اور اسلام کے خلاف مناظرانہ انداز اختیار کرتے ہوئے جہاں اپنی صفوں میں ان مذاہب کے نفوذ کا راستہ روکا، وہیں حلقۂ اسلام یا دائرۂ مسیحیت میں جانے والوں کو واپس لانے کی کوشش کی۔ اپنی جداگانہ شناخت پر زور دینے والے "ادھ دھرمیوں" اور سکھوں کو ہندو ثابت کرنے کی تگ ودو کی۔ اس کے ساتھ ہی احیاء پسند آریہ سماجیوں کو قدامت پسند سناتن دھرمیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ہندو گروہ باہم دست وگریبان تھے مگر مسلمانوں اور مسیحیوں کے تہذیبی و مذہبی اثرات کی روک تھام کے لیے باہم متحد تھے۔ سکھ اور اچھوت اپنے اپنے طور پر ان بحثوں میں اُلجھے ہوئے تھے کہ وہ ہندوؤں سے الگ ہیں یا نہیں، اگر ہندوؤں سے الگ ہیں تو اُن کی شناخت اور تعمیر و ترقی کے لیے کیا اقدامات ضروری ہیں۔ مسلمان "جدیدیت پسند" اور "قدامت دوست" حلقوں میں منقسم تھے ہی۔ اہلِ تشیع "اخباری" اور "اصولی" گروہوں کی آویزش کا شکار تھے۔ اہلِ سنت کے اصلاح پسند "دیوبندی" اور "اہلِ حدیث" برصغیر کے تناظر میں جنم لینے والی روایات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے خالص توحید و سنت کی دعوت میں مشغول تھے اور ان سے اختلاف رکھنے والے اپنے نقطۂ نظر کی تائید کے لیے فکرمند۔ مگر یہ اصلاح پسند بھی تقلید و عدمِ تقلید کے حوالے سے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے۔ اہلِ حدیث کے امتیازی مسائل اپنی جگہ مگر حدیث کے مقام و حجیّت پر بحث مباحثہ نے ایک رُخ یہ بھی اختیار کیا کہ "اہلِ قرآن" نے سرے سے حدیث کی اہمیت و حجیّت سے انکار کر دیا۔ اس مختصر گروہ نے بھی مذہبی مباحثہ کو ہوا دی۔ اہلِ سنت کے ہاں فقہ و تصوّف کے اپنے اپنے زاویے تھے ہی، مرزا غلام احمد قادیانی نے صوفیاء کے نظریات کو اپنی مجددیت اور نبوت کے لیے استعمال کر کے مسلمانانِ ہند میں ایک اور افتراق پیدا کیا، اور مذہبی بحثوں کو ایک نیا رُخ دے دیا۔ اہلِ سنت ہوں یا اہلِ تشیع سب نے اُن کے دعوؤں کا نوٹس لیا اور مرزا صاحب کے مناظرہ پسند پیروکاروں نے جواباً قلم اٹھایا۔ مرزا صاحب نے مسیحیت کی مخالفت اور تردید میں جو انداز اختیار کیا، وہ جمہور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے مختلف تھا، مگر تنقید و احتساب کی شدّت میں مسیحی منادوں کا تُرکی بہ تُرکی جواب، اس لیے مسیحی منادوں نے مرزا صاحب کے افکار و خیالات کے حوالے سے بھی مناظرانہ لٹریچر فراہم کیا۔ مذکورہ بالا، اور ان کے ساتھ متعدّد دوسرے، گروہوں کے مذہبی مباحثوں کی زبان ایک نہ تھی۔ بنگال میں بحث وجدال کی زبان بنگالی تھی، جنوبی ہند میں وہاں کی زبانیں اور پنجاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شمالی ہند میں اُردو اور پنجابی، متعدّد دوسرے گروہوں اور اُن کی زبانوں کے تنوع کے باعث یہ ممکن نہیں کہ کوئی ایک شخص "برطانوی ہند" کے مذہبی تناظر پر کماحقہ دادِ تحقیق دے سکے۔ نتیجتہً ماضیٔ قریب میں متعدّد اہلِ علم نے آریہ سماج، سکھ مذہب، مسیحیت یا اسلام کے مختلف مکاتب فکر کا مطالعہ جغرافیائی حوالے سے کیا ہے، اور اِن کے مطالعہ و تحقیق کے نتائج وقتاً فوقتاً سامنے آئے ہیں۔ کینتھ ڈبلیو۔ جونز کی مرتّبہ زیرِ نظر کتاب ایسے ہی دس محققین کے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اِن محققین میں سے ایک کے سوا تمام ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جامعات اور علمی اداروں سے منسلک ہیں۔ بعض مقالہ نگار جن کے مقالات زیرِ نظر کتاب میں شامل ہیں، اپنے تخصیصی موضوعات پر مفصّل کتابیں لکھ چکے ہیں۔ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کی دلچسپی کے حوالے سے اورل اے۔ پوویل کی تالیف کا ذکر ضروری ہے۔ زیرِ نظر مجموعے میں اُنکا مقالہ "مسلم - مسیحی تصادم: انیسویں صدی میں آگرہ کے ڈاکٹر وزیر خان" کے عنوان سے شامل ہے۔ سکھ تاریخ و سیاست کے حوالے سے ڈاکٹر این۔ جی۔ بیریر ایک عرصے سے مسلسل کام کر رہے ہیں، اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُنہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سکھ تاریخ و سیاست سے دلچسپی پیدا کرنے میں وہی کردار ادا کیا ہے جو پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ کے ڈاکٹر گنڈا سنگھ نے برصغیر میں کیا ہے۔ ڈاکٹر بیریر کا مقالہ "ملکی [پنجابی] زبان میں طباعتِ کتب اور پنجاب میں سکھ عوامی زندگی، ۱۸۸۰ء - ۱۹۱۰ء" سکھ برادری کے مختلف گروہوں کی سوچ پر روشنی ڈالتا ہے۔ آریہ سماج اور دیانند سرسوتی کے حوالے سے مرتّبِ کتاب ڈاکٹر جونز کا نام معروف ہے، اُنہوں نے زیرِ نظر کتاب کے لیے دیانند سرسوتی کی تنقیدِ مسیحیت کو موضوعِ مطالعہ بنایا ہے۔

زیرِ نظر کتاب مختصر دیباچے اور تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ حصّہ اوّل میں، جو طویل تر ہے، اُن مباحثوں پر مقالات یکجا کیے گئے ہیں جو دو مذہبی گروہوں کے درمیان رہے ہیں۔ مسیحی - ہندو، مسیحی - مسلم اور ہندو - مسلم مباحثے پر چھ مقالات ہیں۔ مسیحی - مسلم تصادم کے حوالے سے اورل اے۔ پوویل کے مقالہ کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ دوسرا مقالہ جناب رفیع الدین احمد کا ہے جس میں جیسور کے منشی مہر اللہ کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصّے میں وہ مباحثے شامل ہیں جو ایک ہی مذہبی گروہ کے مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان ہوئے تھے۔ مسلم فکر کے حوالے سے مولوی سیّد ممتاز علی اور اُن کے جریدے "تہذیبِ نسواں" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصّہ خلاصہ مباحث پر مشتمل ہے۔

مقالہ نگاروں کا علمی مقام مسلم ہے اور اُن کی وسعت مطالعہ کا تقاضا ہے کہ زیرِ نظر کتاب سے اہلِ علم صرفِ نظر نہ کریں۔ جزوی کوتاہیاں یا اختلافات اپنی جگہ، مگر بحیثیت مجموعی کتاب ایک اچھی کوشش ہے مگر کتاب میں اشاریے کی عدم موجودگی محسوس ہوتی ہے۔ (اختر راہی)

© rasailojaraid.com